محبتِ رسول (ﷺ) کے عملی تقاضے اور ہماری غفلت

مولانا عبدالقوی ذکی حسامی
امام وخطیب مسجد لطف اللہ، دھاتونگر، حیدرآباد، انڈیا

مومن کا دل محبتِ رسول ﷺ میں سرشار ہونا' لازمی اور فطری بات ہے، اور یہ محبت علی وجہ الاتم تمام مادی نسبتوں اور چیزوں سے بڑھ کر ہونا' کمالِ ایمان کی نشانی اور عنداللہ مطلوب ہے:

''لَا یُؤْمِنُ أَحَدُکُمْ حَتّٰی أَکُوْنَ أَحَبَّ إِلَیْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ أَجْمَعِیْنَ.'' (صحیح بخاری)

''تم میں سے کوئی کمالِ ایمان کو اس وقت تک نہیں پہنچ سکتا جب تک میں اُس کے نزدیک اس کے والدین، اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ عزیز نہ ہو جاؤں۔''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا:

''یارسول اللہ! میری ذات کے بعد مجھے آپ سے سب سے زیادہ محبت ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: تمہارا ایمان کامل نہیں، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: آپ مجھے اپنی ذات سے بھی زیادہ عزیز ہیں۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: اللہ کی قسم تمہارا ایمان اب مکمل ہوا۔''

قدرتی دستور اور عشقِ رسول ﷺ کا پہلا مطالبہ عمل ہی ہے۔ صرف زبانی دعوائے محبت یا تصدیقِ قلبی واقرارِ لسانی کافی ہوتا تو عہدِ نبوت سے آج تک کوئی منافق اور کافر نہ ہوتا، جب تک کہ کردارِ عملی کا اظہار نہ ہو، مومن اور منافق میں امتیاز، موحد اور مشرک میں امتیاز کیسے ہوتا؟! عمل پیمانہ ہے مومنِ صادق اور منافق کے درمیان، عشقِ رسول ﷺ کے باب میں زبانی دعوائے محبت اس پھول کی مانند ہے جو کاغذ سے بنا ہو، جس میں خوشبو چھو کر بھی نہ گزری ہو۔ یہی وجہ ہے کہ شیطان عمل ہی سے مومن کو روکتا ہے، اور اللہ کے یہاں بھی بندہ مستحقِ اجر عمل ہی کے بعد ہوتا ہے۔ علم بغیر عمل کے حجت ہوگا۔ بے عملی کی زندگی موجب غضبِ الٰہی ہے اور باعثِ رسوائی ہے، انسان کی طبیعت میں یہ بات فطرتاً داخل ہے کہ وہ اپنے ادنیٰ سے محسن کا بھی زندگی بھر ممنون ہوتا ہے، اس کے حکم اور ہر اشارہ کو روبہ عمل لانے کے لیے بے تاب ہوتا ہے، لیکن جہاں محسنِ اعظم امام الانبیاء ﷺ کے حکم کو ماننے اور اطاعت کرنے کی بات آتی ہے تو پھر انجان ہو جاتے ہیں۔

ساری کائنات پر آپ ﷺ کے احسانات نصف النہار کے سورج کی طرح عیاں ہیں، آپ ﷺ سے محبت دل کا اطمینان ہے، آپ ﷺ سے عقیدت شرطِ ایمان ہے، آپ ﷺ کے حکم پر عمل آوری وصفِ مسلمان ہے۔ حضرات صحابہ کرامؓ میں آقا ﷺ سے کامل محبت اور سچے عشق کے ساتھ ساتھ بھرپور عمل بھی تھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نہ صرف حکم بلکہ آپ ﷺ کی طرف منسوب ہر عمل کو بھی اپنی عملی زندگی کا حصہ بنایا۔ انفرادی ہو یا اجتماعی زندگی، شخصی معاملات ہوں یا ملکی یا بین الاقوامی معاہدات، حقوق اللہ ہوں یا حقوق العباد، مصلے پر ہو یا بسترِ حرم پر، ہر موقع پر حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ کی سیرت اور اُسوہ کو اپنے دامنِ عمل سے پیوستہ رکھا۔ بعد والوں کے لیے وہ مقدس جماعت مینارۂ منزل بن گئی۔ اتباعِ سنت کے لیے انہیں نہ بادشاہ کی پرواہ ہے، نہ باپ کی، آقا ﷺ کے حکم کو بجا لانے میں نہ دریا حائل ہوتا تھا، نہ جنگل و بیاباں اور صحراء نہ گلستاں، اسی بنا پر باطل ان کے رعب سے لرز اُٹھتا۔

قرآنِ پاک میں بے شمار مقامات پر اللہ رب العزت نے ایمان باللہ کے ساتھ عملِ صالح کا ذکر بکثرت کیا ہے:

’’اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ کَانَتْ لَھُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا .‘‘ (الکہف:۱۰۷)

ترجمہ: ’’جو لوگ ایمان لائے ہیں اور کیے ہیں بھلے کام، ان کے واسطے ہے ٹھنڈی چھاؤں کے باغ مہمانی۔‘‘

ایک اور جگہ پر فرمایا: ساری انسانیت خسران میں ہے سوائے ایمان اور عملِ صالح کے:

’’اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ .‘‘ (العصر:۲،۳)

ترجمہ: ’’مقرر انسان ٹوٹے میں ہے، مگر جو لوگ کہ یقین لائے اور کیے بھلے کام۔‘‘

ایک مقام پر یوں ذکر کیا:

’’وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَکَرٍ اَوْ اُنْثٰی وَھُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِکَ یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ یُرْزَقُوْنَ فِیْھَا بِغَیْرِ حِسَابٍ .‘‘ (المومن:۴۰)

’’جو نیک کام کرتا ہے خواہ وہ مرد ہو یا عورت، بشرطیکہ مومن ہو ایسے لوگ جنت میں جاویں گے (اور) وہاں بےحساب ان کو رزق دیا ملے گا۔‘‘ (تھانویؒ)

ایک مقام پر اپنی ذات سے محبت کرنے والوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: اگر تم مجھ سے محبت کرتے ہو تو میرے حبیب (ﷺ) کی اتباع کرو:

’’قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ وَیَغْفِرْلَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ .‘‘ (آل عمران:۳۱)

ترجمہ: ''تو کہہ اگر تم محبت رکھتے ہو اللہ کی تو میری راہ چلو، تاکہ محبت کرے تم سے اللہ اور بخشے گناہ تمہارے۔''

اس آیت میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے مومنین کو نبی کریم ﷺ کی اطاعت پر دو انعامات سے نوازنے کا وعدہ کیا ہے: ایک اپنی محبت اور دوسرا گناہوں کی مغفرت۔ ایک حدیث پاک میں اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

''لَا یُؤْمِنُ أَحَدُکُمْ حَتّٰی یَکُوْنَ هَوَاهُ تَبَعًا لِمَا جِئْتُ بِهٖ.'' (مشکوٰۃ)

ترجمہ: ''تمہارا ایمان اس وقت تک کامل نہیں ہوتا جب تک تمہاری خواہشات اور جذبات اس دین کے تابع نہ ہو جائیں جس کو میں لے کر آیا ہوں۔''

اس کا عملی نمونہ ہم کو دیکھنا ہے تو حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگی دیکھیں کہ انہوں نے کیسے لازوال نمونے بعد والوں کے لیے چھوڑے ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کو کدّو پسند نہ تھا، آقا ﷺ کو تلاش کر کے کھاتا دیکھ کر آپؓ کو بھی شوق ہوگیا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما محض اتباعِ سنت کی غرض سے اس مقام پر بیٹھے جہاں آقا ﷺ ایک سفر کے دوران قضائے حاجت کے لیے گئے تھے، کچھ دیر آپؓ بھی اسی مقام پر بیٹھ گئے۔ (حیاۃ الصحابہؓ) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حجرِ اسود کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: میں تجھے کبھی بوسہ نہ دیتا اگر میں آقا ﷺ کو بوسہ کرتے ہوئے نہ دیکھتا۔ (الشفاء)

قاضی عیاضؒ نے ''شفاء'' میں فرمایا: واقعتاً کسی سے محبت ہو جاتی ہے تو محبوب کی محبوبات و مرغوبات، حتیٰ کہ مباحات سے بھی محبت ہو جاتی ہے۔ ایک سچے عاشقِ رسول کا جذبہ یہ ہوتا ہے اور ہونا چاہیے کہ وہ کردار کا غازی بنے، نہ کہ محض گفتار کا۔ آقا ﷺ کی ہر ادا اور ہر حکم کو اپنی زندگی کے ہر شعبہ میں عملی طور پر بجا لائے۔ آقا کریم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

''اَلْمُتَمَسِّکُ بِسُنَّتِيْ عِنْدَ فَسَادِ أُمَّتِيْ فَلَهٗ أَجْرُ شَهِیْدٍ.'' (معجم اوسط للطبرانی بحوالہ معارف الحدیث)

''لوگوں کے فساد کے وقت جو میری سنت کو اپنائے گا اللہ اُسے شہید کا ثواب عطا فرمائے گا۔''

مقامِ افسوس ہے کہ آج ہماری دین کے اعتبار سے حس مفقود ہوگئی۔ سنن، مستحبات، مباحات تو دور کی بات ہے، فرائض کا بھی پتہ نہیں۔ صلہ رحمی، ایثار، ہمدردی، تالیفِ قلب تو دور کی بات' حقوقِ واجبہ ولازمہ تک بھی ادا نہیں ہوتے۔ منکرات پر نہ دل ناراض ہوتا ہے، نہ بے دینی کے ماحول میں بے چینی ہوتی ہے۔ معروفات کی تلقین ہے نہ دینی فضاء سے وابستگی۔ سچی محبت عمل پر اُبھارتی ہے، سچا عشق اطاعت کا پابند بناتا ہے، ورنہ زبانی دعویٰ، محض دعویٰ ہے اور کچھ نہیں۔ اللہ ہمیں توفیقِ عمل نصیب فرمائے۔ آمین

..... ❁ ..... ❁ ..... ❁ .....